

من دون دارالعلوم دہلی میں تشریح و تفسیر
مکتبہ امیر سے دیکھنے کے راستے میں مدد
میں پڑھا تھا، اور علی دارالعلوم دارالعلوم
کے بارہ ور کو سلام کرنے پر پوچھا، تو مولانا
کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ انھیں ایک مشہور
یونیورسٹی سے پروفیسر کی حیثیت سے مقرر کیا گیا
تھا۔ اور پوچھا تمہاری رائے کیا ہے؟
عرض کیا کہ مولانا آپ کے عروج و ناز سے بہت
بے بسی ہو چکے ہیں، اور یہی جگہ آپ کے لئے
مناسب ہے۔ خوش ہوئے اور کہا:۔
تم نے میرے مزاج کو صحیح سمجھا، لوگ
توڑا ہوں کی بات کرتے ہیں، یہ نہیں سمجھتے کہ
"یہی تھوڑی سی سی ہے اور یہی چھوٹا سا
میتانہ"۔ میرے لئے بہت کافی ہے۔
لوگوں نے مجھ کو نامتو قاضی کے طور پر
تعارف دیا ہے کہ وہ اسے سمجھتے ہیں اور
مجانا ہے۔
مولانا نے اپنی علمی زندگی کی ابتداء
دارالعلوم ندوۃ العلماء میں میٹریٹیس
کی، اور وہیں کے پورے دو سال کے چند
سال انھوں نے کئی کئی کتابیں لکھی ہیں۔
تشریح کثیرہ معجم شامی، شرح معجم کرم، کتب
برندہ سے وادی کثیرہ، پوچھ گئے، اسی
زمانہ کی بات ہے کسی سینما یا جلسہ میں ان
سے ملاقات ہو گئی، مجھے سمجھ کر پوچھا
پس معلوم تھا، اور مجھے یہ بات پسند تھی،
کہ مولانا ندوۃ کے سوا کسی اور میں
نے چھوٹے ہی کہا، مولانا! مکہ سے مدینہ
کو ہجرت کرنا تو سست ہے۔ مگر خائف کو
مدینہ تک لینا کیسا ہے؟ وہ میری بات
کی تہ تک فرما پوچھ گئے، اور یہ کہہ کر مجھے
لا جواب کر دیا کہ "خائف کا سفر بھی تو سست
ہو جاتا ہے۔ مگر اسے مدینہ میں لے گیا، واپسی
ہو جائے گی! پھر انھوں نے تفصیل
بتائی کہ سفر مدینہ سے وادی کثیرہ تک
ہوئے، انھوں نے یہ بھی بتایا کہ حضرت مولانا
ابوالحسن صاحب ندوی نے کئی بار کے ایماہ
سے کثیرہ آئے ہیں، اور یہی کئی بار مدینہ
میں سے کثیرہ تھے، مجھے ان کی گفتگو
سے اطمینان ہوا۔ مگر میں نے زور دینے
کے لئے کہا کہ آپ کی نسبت دارالعلوم
ندوۃ العلماء کے سوا کسی اور ادارہ کی طرف
ہو یہ ہمیشہ چھوٹوں کے لئے "تحقیق وہ ہے
کہنے لگے، آپ کی تحقیق دور ہو جائے گی۔
ایک دن گھومتا پھرتا ندوۃ کو پہنچا
تو مولانا نظر آئے، وہ بھی طبع کے سامنے
چاند پائی پر فرماتے تھے، دیکھتے
تھا آگیا، عرض کیا، بہت اچھا ہوا، مگر

مکتبہ کے زیر سایہ کیوں جلوہ افروز ہیں۔؟
جواب ملا آج کل مدنی کے ساتھ دارالعلوم
طبع بھی ہوں۔ لوگوں نے کہا، مطبع
سنبھال لیجئے، میں نے کہا، بسم اللہ۔
یقیناً یہ ان کے اخصاص، تسلیم و رضا، مقصد
سے بھر پور دلچسپی، اور ادارہ سے وفاداری
کا ثبوت ہے، جو شخص دارالعلوم ندوۃ العلماء
کا قائم مقام بہتر، باہو، اور یہ قائم مقام
بھی ایک جگہ سے زیادہ چلی ہو، وہ اسی
ادارہ میں مطبع کی ذمہ داری قبول کرے، یہ
بے نفسی کی بات ہے، اور یہی وہ مقام ہے
جسے ع کے انسان اگر ایسا دور تو رہا، بانی مقصد
سے وفاداری، اور سنبھالنے سے عشق کی بات
کرنے کو، وہ وقت جس میں جگہ دل پر ادراست
اثر کرتی ہے، اور برگشتہ ذہن اور مہر ہے
دماغ کو تسلیم و رضا کے قدم چومنے کے ہیں
ان میں عزیز نوازی اور چھوٹوں کو
ادراستھانے کا جذبہ بھی خاصا تھا جیہ آباد
کے ایک سینما میں ان کی تقریر اور میری تقریر
کا موضوع ایک ہی تھا "دینی مدارس میں
صفت و حرفت کی تعلیم"۔ میرا مقالہ
پہلے دن تھا اور ان کی تقریر دوسرے روز
میں نے مقالہ پیش کیا۔ اٹھنٹھ پندرہ یا آٹھ
پر ہی تم کو تعریف کر دی، اور یہ مشورہ دیا کہ
رسالہ کی شکل میں مقالہ کو جلد آجانا چاہیے
میں نے عرض کیا، آپ نے پسند کر لیا، یہی
میرے لئے کافی ہے۔ اب کتابت کے مرتب
سے اسے کیوں لگا رہا ہے؟ فرماتے تھے،
آپ کے دماغ میں وہ خاموشی نہیں ہے
جو تجھے چھپانے کے لئے ہے، میں صرف
اگلے دن جان کی تقریر ہوتی تو مجھے
بچ جانے کا کہنا تھا، وہ کل ممدودی رحمانی کہنے
"مرد میں بیٹھ کر ایسے جملوں سے ہمت
انسانی آسان نہیں ہے، بھرے جگر میں
کہہ دینا اور اپنے خوف اور عزیز نوازی کی
بلند مثال ہے۔"
مولانا دہلی ہوش ناز دہلی، حاضر
جواب اور بڑی خصوصیتوں کے انسان تھے
زندگی کے ہا ہوش سڑنے ان کی فطرت
صلاحیتوں میں جلا جھنڈی تھی، اور
تجربات کے آڑے ترچھے فقرات ان کے
چہرے پر پھیل گئے تھے، ملاحظہ کی قوت نے
ملاحظہ مقالہ "دینی مدارس میں صفت و حرفت
کی تفسیر و تشریح کی شکل میں سال میں شائع
ہو چکا ہے۔ اور ان دو تین رسالوں میں
ہے جن کے فائل پر میرا نام بھی ہے۔

انہیں دستاویز مکتب بنا دیا تھا، معاملات
کی بوجھ اور انسان کی پرکھ ان میں بہت تھی
ان کا دل تھا کہ وہ سب کچھ سمجھنے چاہتے
اور عین مسکرا کر لطف لے کر اپنی آواز دھکت
کا تذکرہ کرتے۔ دھوکہ کھا کر برداشت
کرنے والے توں جاتے ہیں، مگر ایسے
باہمت لوگ کہاں ملتے ہیں، جو جان بوجھ کر
دھوکہ کھائیں اور غمہ میں آجائیں۔
مختلف علوم و فنون ان کے مطالعہ میں
رہے، تاریخ سے انھیں فطری دلچسپی
تھی، فلسفہ اور منطق سے طبی نسبت تھی،
میں نے جس دور میں انھیں دیکھا پڑھتے
کہ اور روز زیادہ کیا کرتے تھے، جوانی کے
دنوں میں بھی وہ شاید ہمت کی کمی کو ذہن
کی مدد سے پورا کرتے ہوں گے، پھر بھی انھوں
نے بہت کچھ پڑھا، اس کا بڑا حصہ انھیں
یاد تھا، تاریخ کے بہت سے کوفوں گوشوں
پر ان کی گرفت مضبوط تھی، معاملہ خواہ
پیدائش کا ہو یا موت کا، فتوحات کا ہو یا
دوسرے قسم کے واقعات کا۔ انھیں افراد
کے نام، مقام اور سزا بھی طرح یاد رہتے
اہل فن تو بہت ہیں، مگر جن سے میری ملاقات
ہوتی ان میں کسی کو بھی اس گوشہ میں مولانا
کا ہم پلہ نہیں پایا۔
انھوں نے تصنیف و تالیف کی طرف
توجہ نہیں دی۔ نہیں کہا جا سکتا کہ اگر ان
کی طبیعت کا میلان اس طرف ہوتا، تو
وہ کہاں پہنچتے۔ خطوط سے اندازہ ہوتا ہے
کہ ان کا فہم رواں، زبان آسان اور
جملہ چست ہوتے تھے، شان خط بھی خوب
تھا، نسبتاً باریک نویس تھے، یہ سید
علامتیں ہیں جس کے بعد ان سے تقاضہ
کیا جا سکتا تھا کہ کچھ لکھ دیجئے، اور شاید
لوگوں کے اصرار پر انھوں نے حضرت مولانا
عبدالحی حسنی رحمۃ اللہ علیہ کی گراں قدر
تصنیف "اشفاقۃ الاسلامیہ فی السنۃ"
کا ترجمہ کیا۔ اردو قلم میں یہ کتاب ہندستان
میں اسلامی علوم و فنون کے نام سے طبع
ہوتی۔ یہی ان کی باقاعدہ یادگار ہے۔
اردو دوسری یادگار وہ حضرات ہیں جنہوں
نے ان سے کچھ یا بہت کچھ سیکھا، ادراک
میں وہاں علمی، دینی اور دوسری خدمات
انجام دے رہے ہیں، انھوں نے ایک بار
تذکرہ کیا تھا کہ وہ شیخ الازہرہ کی کتاب
"الفرق الاسلامیہ" کا ترجمہ کر رہے ہیں
پتہ نہیں، مولانا کے ارادہ اہل کے درمیان
کشتی دور تک دستوری اور وہ کس حد تک
اس کام کو انجام دے سکے، اس کتاب کا

۲۵ فروری ۱۹۸۹ء
اردو ترجمہ تو شائع ہو گیا مگر مولانا کا نہیں ہے
مولانا کے چند مقالے اور کئی مضامین بھی
ہیں، درسیات کے معنی کا ایک رسالہ میں
انھوں نے لکھا تھا، مگر یہ چیزیں ان کے علم
فکر کی پوری تصویر کشی نہیں کرتیں۔
مولانا عام طور پر آدھے لیٹ کر کے
پڑھنے کے عادی تھے، میں نے اسی شان سے
انہیں لکھتے بھی دیکھا ہے۔ اس انداز کے
ساتھ کچھ زیادہ لکھ لینا ناممکن نہیں ہے، شکل
مزدور ہے، شاید اسی لئے انھوں نے تصنیف
و تالیف کے میدان میں تقاعد کو راہ سے
دی۔ دراصل ہر فن کا بڑا چاہنے چاہے
مشق، محنت، اور وابستگی ضرور چاہتا ہے
اور میرے مولانا ایسی کسی پابندی کے قائل
نہ تھے، اسلئے صاحب علم و فہم ہوتے ہوئے
صاحب تصنیف نہیں بن سکے۔ مولانا نے یہی
کوئی کتاب نہیں لکھی جو ان کی پیمانہ بنی، اور
موت کے بعد زندگی کی علامت ہوتی، مولانا
ان لوگوں میں سے تھے، جو اپنوں کے حافظہ
میں زندہ رہتے ہیں، اور جن کی پرکھ اور
پہچان، سمجھنے والوں کے دلوں میں ہوتی ہے
بیداد و فساد تربیت، مادر زمین جو
در سینہ ہائے مردم عارف و مزار
تعلیمی اور نسکری معاملات اور
مسائل پر وہ ندوۃ العلماء کی نائندگی ملک
کے اندر اور باہر کرتے رہتے تھے، مختلف
ادراں، انجمنوں اور مدرسوں کے جلسوں
سینما راز اور سیمینار میں شریک ہوتے،
یونیورسٹیوں اور یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی
مشائس میں حصہ لیتے، اور اپنا رنگ چھوڑ
جاتے، ان کی گفتگو کا بھی خاص انداز تھا،
ٹھہر ٹھہر کر باٹ دار آواز میں، بڑے اعتماد
کے ساتھ گفتگو کرتے، کہیں کہیں عربی
اور فارسی کے اشارے بلکہ مصرع سناتے، کبھی
اردو اشارہ بھی بٹ کر دیتے، اپنی بات دلوں
میں اتارنے کے لئے زبان ہی سے کام نہیں
لیتے، چہرہ ہاتھ، سر اور جسم کی حرکت سے
بھی مدد دیتے، ان کی یہ کیفیت کسی واقد کو
بیان کرنے وقت زیادہ نمایاں ہوتی تھی اور
ایسا محسوس ہوتا کہ وہ اس واقعہ کا ایک حصہ
ہیں، اور آپ کو بھی حصہ دار بنانے کی کوشش
کر رہے ہیں۔
نظر نہیں آسکتا، اب وہ اندازوں کی امانت
سے اور اندازہ الا تبرک لانت!۔
میں نے ان سے پڑھا تھا، ان سے
بہت کچھ سیکھا اور سیکھا تھا، ان کے ساتھ وہ
تین سفر میں بھی رہا تھا، اتنے لکھ دل
اس کام کو انجام دے سکے، اس کتاب کا

ضیاء شہید

میرزا احمد قاسم عثمانی

مذکورہ اہم اور بنیادی کاموں
کے علاوہ نہ جانے کتنی چھوٹی چھوٹی
باتیں ایسی تھیں جو صدر مرحوم کو توجہ
دلانے سے انجام پا گئیں۔ راولپنڈی میں
ایک ملاقات کے دوران میں نے صدر
مرحوم سے ذکر کیا کہ کراچی میں شیخ الامام
حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی
اور حضرت علامہ سید سلیمان ندوی کے
احسانات پاکستان پر اتنے زیادہ ہیں کہ
ان سے ہم عمر بھر عہدہ برآ نہیں ہو سکتے
اس کے باوجود سرکاری سطح پر ان شہیدوں
کی نافرمانی کا حال یہ ہے کہ ان کے
مزادات تک کی حفاظت کا ایک کوئی انتظام
نہیں ہے، جیسے ان مزارات پر اسلامیہ
کا کچھ تعمیر ہوا ہے، مزار پر حاضر انتہائی
مشکل ہو گئی ہے، مزاروں کے آس پاس
گندگی بھی بہت زیادہ ہے، اور مزار
تک پہنچنے کا باہر سے کوئی راستہ نہیں
صدر مرحوم نے اس صورت حال
پر انفسوس کا اظہار کیا، اور کہا کہ واقعی
یہ توجہ نہ ملے کی بات ہے کہ ملت کے ایسے
مسنوں کے مزارات کے ساتھ ایسا معاملہ
کیا جائے، میں سندھ کے گورنر صاحب
سے کہوں گا کہ وہ مزارات کے تحفظ کا
مناسب انتظام کریں۔
میں نے عرض کیا کہ "میں خیال
میں تو اتنا کافی نہیں ہوگا، آپ کئی وقت
خود مزار پر جا کر صورت حال کا اندازہ
کریں، یوں بھی ان حضرات کے مزارات
پر حاضر ایک سادت ہے، اس کے
بعد موقع پر خود احکام جاری فرمائیں۔
صدر صاحب نے فوراً جواب دیا
بالکل ٹھیک ہے، مجھے کل ہی کراچی جانا
ہے، وہاں خود حاضر ہوں گا، اور
صورت حال کو دیکھ کر مناسب کارروائی
کروں گا۔"
میں اس زمانہ میں اسلام آباد
میں مقیم تھا، اگلے دن اخبارات میں پڑھا
کہ صدر صاحب کراچی آئے اور علامہ
سید سلیمان ندوی اور علامہ
سید سلیمان ندوی کے مزارات پر حاضر ہوئے

چلا آیا، اور آٹھ سال جب کانفرنس سما
دعوت نامہ آیا تو میں نے لکھ کر بھیج دیا
مردوں عورتوں کا مخلوط اجتماع آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا حکام کے مختلف دوزی
ہے، اس لئے میں گنہگار ہونے کے باوجود
سیرت کے نام پر ایسے اجتماع میں حاضر
سے معذور ہوں۔
خیال یہ تھا کہ تقاریر نے غلطی
کی آواز کون سنے؟ اس سے قبل یہ
تجربہ ہو چکا تھا کہ ایک غیر سرکاری
کانفرنس ایک ایسے صاحب کے انتظام
میں منعقد ہو رہی تھی جو اسلام کے ساتھ
لپٹے لگاؤ میں خاص مشہور ہیں، اسی میں
مخلوط اجتماع کی اطلاع ملی تو وہاں
بھی برادر محترم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی
عثمانی صاحب مدظلہم اور حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی
عنوان سے معذرت کرنی تھی۔ بعد میں
معلوم ہوا کہ منتظمین کو یہ "رجعت پسند"
بات بہت ناگوار گذری، اور بعض حضرات
نے اس پر تبصرہ کیا کہ "اچھا، اب یہ
بھی اسلام کے تھیلے دار بن گئے۔"
جب ایک غیر سرکاری کانفرنس
کے اسلام پسند منتظمین کا رد عمل یہ تھا
تو ایک سرکاری کانفرنس کے منتظمین سے
کسی بہتر رد عمل کی توقع نہیں کی جا سکتی
تھی۔ لیکن میں نے یہ سوچ کر غلط لکھ دیا
تھا کہ اگر کم اپنا فرض ادا کر دیا جائے،
اور منتظمین کو یہ محسوس ہو کہ کچھ لوگ
اس بنا پر غرور کر سکتے ہیں۔
لیکن اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا
کہ وزارت مذہبی امور کے بعض افسران
نے میرا یہ خط شہید مرحوم صدر ضیاء شہید
صاحب کے پاس بھیج دیا۔ صدر مرحوم نے
یہ خط پڑھ کر احکام جاری کر دیئے کہ
آئندہ سیرت کانفرنس میں مردوں عورتوں
کا مخلوط اجتماع نہ کیا جائے، ان احکام
کی اطلاع ان خواتین کو ہوئی جو ہر سال
سیرت کانفرنس میں آیا کرتی تھیں، انھوں
نے اس پر اعتراض کیا۔ اور اس سلسلے
میں خواتین کے وفد صدر صاحب سے
ملے۔ بلاخر صدر مرحوم نے مردوں اور
عورتوں کے لئے الگ الگ اجتماعات
کرنے کا حکم دیدیا۔ چنانچہ اب اسی پر
عمل ہوتا ہے،
کئی بار ایسا بھی ہوا کہ کسی خاص
مصلحت سے مرحوم سے کوئی بات کہنی
شروع کی تو اندازہ ہوا کہ انہیں پہلے سے
اس کا احساس ہے۔

۲۵ فروری ۱۹۸۹ء
تقریباً دو سال کی بات ہے کہ میں
سوڈان گیا ہوا تھا، جس روز میں کراچی
واپس آیا، اسی دن اخبار میں دیکھا کہ
ایک مقامی پول میں غالباً اٹھارہ بیس
سال تک لڑائی ہوئی کیوں کے مقابلہ صحت
دعوت بھارتی کا اہتمام کیا جا رہا ہے،
محسوس ہے ہوابہ کے پاکستان میں مقابلہ
حسن کی تیاری اور اس کا مقدمہ ہے
اسی دن اس ہوش کے پاس سے گزرتا
ہوا تو وہاں بیٹھ بیٹھ گئے ہوتے تھے
جس سے اس بات کی تصدیق ہو گئی۔
برادر محترم مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی
صاحب نے اس کے خلاف بیان بھی دیا
تھا۔ منتظمین کی طرف سے اس کے جواب
بھی دیئے گئے، مگر یہ پردہ گرام جوں کا
توں رہا۔ پاکستان میں ایسے اسلامی
ملک میں ایسے مقابلے منعقد کرنے کی
جرات ایسی وحشتناک غیر تھی کہ میں
ذہن میں ہو گیا، لیکن اس اجتماع میں صرف
ایک دن باقی تھا، اور اچھے آدمی مارنے
کی گنہگار بنی نہ تھی، بالآخر میں نے
صدر مرحوم کو فون کیا، ان کو فون کرنے
کا طریقہ عوامیہ ہوتا تھا کہ آپریٹر فون
کرنے والے کا نام اور فون لکھ لیتا تھا۔
جب صدر صاحب کو وقت ملتا وہ دروازہ
فون کیا کرتے تھے، اور چون کہ عموماً
وہ رات گئے کاموں سے فارغ ہوتے
تھے اس لئے فون کا جواب اکثر رات کے
بارہ بجے کے بعد بھی ایک بجے بھی دیتے
آیا کرتا تھا، چونکہ ان کو فون کیا کرتے تھے
ان کو یہ بات معلوم تھی، اس لئے وہ دیر
تک جاتے کارادہ کے کوئی فون کرتے
تھے، لیکن اس روز بارہ بجے پہلے
ہی فون آ گیا۔
صدر صاحب نے علیک علیک کے
بعد پوچھا: "فرمائیے، کیسے یاد فرمایا
میں نے عرض کیا کہ میں آج ہی سوڈان
سے واپس پہنچا ہوں، اور یہاں پہنچ
کوا ایک اتنی تحقیق وہ بات کی اطلاع ملی
ہے کہ اس پر انفسوس کے اظہار کے لئے
میں نے اس الفاظ نہیں ہیں۔"
ابھی میں اتنا ہی کہہ پایا تھا اور
اس تحقیق وہ بات کی وضاحت بھی نہیں
کر سکا تھا کہ دوسری طرف سے آواز ملی
"مولانا وہ بات تو ختم ہو گئی۔"
میں نے عرض کیا: کون سی بات؟
کہنے لگے: "آپ اسی مکتبہ کے
پاسے میں فرمایا جاتے ہیں، جو کہ منعقد

بیت المقدس کا صلاح الدین ایوبی

اور سلطان کے ایک عزیز کی سرکشی کی مثال جس کی اصلاح نورالدین نے کر کر دی گئی، ایسی ہے جو کہ امتداد اس امر کو اور قوت کیساتھ ثابت کرتا ہے، جو سلطان اپنے عالم پر رکھتا تھا، جب جنگ پنج سالہ کی یہ آڑ مایشیں اور تکلیفیں ختم ہوئیں تب بھی سلطان کردستان کے پھاڑوں سے بے کرمواتے نوبتک بنات خود را حد مکران رہا، اور ان دنوں سے بھی دور کردستان کا بادشاہ ارمنیہ کا ملین (مکرم وقت) قونستہ کا سلطان اور قسطنطنیہ کا قیصر اس بات کا شوق رکھتا ہے کہ صلاح الدین کو اپنا دوست اور مددگار بنائیں لیکن صلاح الدین ان دونوں اور اتحادوں میں سے کسی کا زربار احسان نہ ہوا، اس کی مدد کو نہ لے مبارکباد دینے البتہ حاضر ہوئے یہ کل کشش صرف صلاح الدین کی تھی، بجز سلطان کے بھائی امان کے جو آخری زمانہ میں ظہور پر سیکے ملتے آیا، لیکن نہیں کہ کوئی شخص کا ایک پر مالار یا شیر کو تباہ کرنے کی نیت نہ کر سکے کہ وہ سلطان کا شیر یا صلاح کار ہو کر اس پر چاری ہو گیا تھا، ایک مجلس حرب البیت کے یہاں تھی، جو معاملات جنگ میں مشورہ دیتی تھی، اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوا تھا کہ سلطان کی صیغہ راستے پر اس کی غلط رائے غالب آگئی، جیسا کہ صورت اور ملک کے سامنے ہوا تھا، لیکن اس مجلس میں بھی اس کے کسی ایک رکن کی طرف اشارہ نہیں کر سکتے کہ اس کی رائے نے سلطان پر کسی دوسرے کی رائے سے زیادہ اثر کیا ہو، بھائی ایوبی نے سلطان رفیق نے ماقت عامل اور پویشیہ نامی، محاط اور وفا شعار مستند وزیر، متعصب و اعظا اور ملا سبھی اس میں متفق انکلام تھے، کہ جہاد کیا جاتا اور سب اس میں شریک بھی ہوئے اور سب نے آنا کی بڑی تندہی اور خیر خواہی سے اپنی اپنی لیاقت اور قوت کے مطابق مدد کی، لیکن ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا، جو اس بات کو بھولا ہو کہ آنا کون ہے؟ اس حضور نیک اور محنت و

کرامت کی تھی، اسلام کے قوت میں آیا، یہ بھی جن آفتاب سے سلطان کے داخل کی تاریخ بھی وہی تھی، جس تاریخ کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مروج ہوئی تھی۔ تاہم ابن شداد لکھتے ہیں کہ یہ عظیم الشان فتح تھی، اس مبارک موقع پر اہل علم کی بہت بڑی جماعت اور اہل حرفہ اور اہل فن کی کثیر تعداد جمع تھی، اس لئے کہ لوگوں کو جب ساحلی مقامات کی فتح اور سلطان کے ارادہ کی اطلاع ملی تو مسرور و شام سے علماء نے بیت المقدس کا رخ کیا اور کوئی رشتہ شناس اور معرفت آدمی پہنچے نہیں رہا۔ ہر طرف دعا گیلی و تجیر کا شور بلند تھا، بیت المقدس میں ۹۰۰ مسیحیوں کے جمعہ کی نماز ہوئی، قبلہ صخرہ پر جو صلیب نصب تھی، وہ اتار دی گئی ایک عجیب منظر تھا، اور اسلام کے فتح مندی اور اللہ تعالیٰ کی مسد کھلی آنکھوں نظر آ رہی تھی۔

نور الدین نے زنگے مرحوم نے بیت المقدس کے لئے بڑے اہتمام اور بڑے صرف سے منبر بنوایا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ بیت المقدس واپس دلائے گا، تو یہ منبر نصب کیا جائے گا صلاح الدین نے صلیب وہ منبر طلب کیا اور اسکو مسجد اقصیٰ میں نصب کیا۔

اسلامی اخلاق کا مظاہرہ

صلاح الدین نے اس موقع پر جس عالی ظرفیہ اور باطنی اور اسلامی اخلاق کا مظاہرہ کیا، وہ عیسائی مورخ کی زبان سے سننے کے قابل ہے۔ "صلاح الدین نے کبھی اپنے تئیں ایسا عالی ظرف اور باہمت ثابت نہیں کیا تھا، جیسا کہ اس موقع پر کیا، جب یروشلم مسلمانوں کے حوالہ کیا جاتا تھا، اس کی پناہ اور مروتا انسان ذلیل نے جو اس کے وقت تھے، شہر کے گلی کوچوں میں انتقام قائم رکھا یہ پناہی اور افسوس ختم کی ظلم و زیادتی کو روکے تھے، اور اس کا نتیجہ تھا کہ اگر کوئی دوجہس میں کسی عیسائی کو گزند پہنچا ہوا، پیش آیا شہر کے باہر جانے کے کل راستوں پر سلطان کا پتہ تھا، اور ایک نیت معتبر اور باپ دادا پر متعین تھا، کہ ہر شہر والے کو جو زبردیا دا

کر چکے، باہر جانے دے۔ پھر سلطان کے بھائی اعدا اور بطریق اور باہان کے ہزار ہزار غلام آزاد کرنے کے تذکرہ کرنے کے بعد لکھتا ہے۔ "اب صلاح الدین نے امیروں سے کہا کہ میرے بھائی اپنی طرف سے اور باہان اور بطریق نے اپنی طرف سے خیرت کی، اب میں اپنی طرف سے بھی خیرت کرتا ہوں، اور یہ کہہ کر اس نے اپنی پناہ کو حکم دیا کہ شہر کے تمام گلی کوچوں میں منادی کر دینا کہ تمام پوٹھے آدمی جن کے پاس زردیہ ادا کرنے کو نہیں ہے، آزاد کئے جائے ہیں کہ جہاں چاہیں وہ جائیں اور یہ سب باب العزیز سے نکلنے شروع ہوئے اور سورج صغیر شہر سے نکلتی رہی، یہ خیرد خیرت تھی، جو صلاح الدین نے بشیاء مفلسوں اور غریبوں کے ساتھ کیا عرض اس طرح سلطان صلاح الدین نے اس مغلوب و مغترب

پراپنا احسان دکھایا، جب سلطان کے ان احسانات پر غور کرتے ہیں تو وہ وحیاً حیرتیں یاد آتی ہیں جو شہر کے صلیبیوں نے ۱۰۹۹ء میں یروشلم کی فتح پر کی تھیں، جب گوڈ فرے اور تکلیف دہ یروشلم کے کوچ و بازار میں سے گزرے تھے، تو باہر مرفے پڑے اور جان بلی زخمی ہوتے تھے، جب کہ بے گناہ اور لاچار مسلمانوں کو ان صلیبیوں نے سخت اذیتیں دے کر مارا تھا، اور زندہ آدمیوں کو جلا یا تھا، جہاں قدس کی چیتوں اور بروجوں پر جو مسلمان پناہ لینے پڑے تھے، وہیں ان صلیبیوں نے انہیں اپنے تیرن سے چھید کر گرایا تھا، اور جہاں ان کے اس قتل عام نے کسی ذیباک عزت کو بڑھانگا یا تھا، جیسا کہ شہر کو ظلم و زیادتی کے رنگ میں ہونے لگا تھا، جہاں رحم و رحمت کا وعظ و نصیحت سچے سنایا تھا، اور فرمایا تھا کہ خیر و برکت والے ہیں، وہ لوگ جو رحم کرتے ہیں، اپنے خدا کی برکتیں نازل رہتی ہیں۔ جس وقت یہ عیسائی اس پاک مقدس شہر کو مسلمانوں کا خون

کر کے اس کو ذبح بنا رہے تھے اس وقت وہ ان کلام کو بھول گئے تھے، اور ان بے رحم عیسائیوں کی خوش قسمتی تھی کہ سلطان صلاح الدین کے ہاتھوں ان پر رحم ہو رہا تھا۔ صفات خداوندی میں سب سے بڑھ کر مہفت رحم ہے، رحم عدل کا تاج اور اس کا جلال ہے، جہاں عدل اپنے اختیار اور استحقاق سے کسی کو جان سے مار سکتا ہے، رحم جان بچا سکتا ہے۔ اگر سلطان صلاح الدین کے کاموں میں صرف ہی کام دنیا کو ملتا ہو تا کہ اس نے اس طرح یروشلم کو باریاب کیا، تو صرف ہی کام نامہ اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کافی تھا کہ وہ نہ صرف اپنے زمانہ کا بلکہ تمام زمانوں کا سب سے بڑا عالی حوصلہ انسان اور جلال اور ہیبت میں کیا، اور بے مثل شخص تھا۔"

صلیبی سیلاب

بیت المقدس کی فتح اور عظیم کی ذلت و شکست سے یورپ میں غیظ و غضب کی آگ بھڑک اٹھی، اور سارا یورپ شام کے چھوٹے سے ملک یروشلم پر، جس میں یورپ کے تقریباً تمام مشہور جنگ آزما، اور مشہور بادشاہ اور سپہ سالار تھے، قیصر، فریڈرک، رچرڈ اول شاہان انگلستان، فرانس، حقلیہ، آسٹریا برگنڈی، فلانڈرز کے ڈیوک اور نائٹ اپنی آہن پوش فوجوں کے ساتھ اٹھ اٹھے، ان کے مقابلہ میں نہ تھا سلطان صلاح الدین تھا، اور اس کے اعتراف اور چند طیف جوئے عالم اسلام کی طرف سے ماقبت کر رہے تھے صلح اور سلطان کے کام کی تکمیل آخر پانچ برس کی مسلسل خونریز جنگوں کے بعد ۱۱۹۲ء میں رملہ پر دونوں فریقوں میں جو ٹھک کر چور ہو گئے تھے، صلح ہوئی، بیت المقدس اور مسلمانوں کے مغربہ شہر اور تلے بدستوران کے قبضہ میں رہے، ساحل پر حکم کی محقر سے ریاست عیسائیوں کے قبضہ میں تھی، اور سارا ملک سلطان صلاح الدین کے زیر نگیں تھا، صلاح الدین نے جو خدمت اپنے ذمہ لینی، اور صحیح تر الفاظ میں جو کام اللہ تعالیٰ نے اس کے سپرد کیا تھا، اسکے ہاتھوں مکمل ہوا، عیسائی مورخ اس کی کامیابی اور جنگ صلیبی کے نامبارک سلسلہ کے اختتام کا ذکر اس طرح کرتا ہے:- "جنگ مقدس خاتمہ کو پہنچی پانچ

اور ایک نیک کام میں اپنی جانیں قربان کرنے سے کسی نے انکار نہ کیا، دہائے دیکھ کے دور دراز نڈیوں میں ممکن ہے کہ سلطان کے تابع ایمان ملک کے دل میں اس ہمیشہ کی گلی ملک پر کچھ شکایت پیدا ہوئی ہو، لیکن بہر کیف اپنی اپنی فوجیں سلطان کی خدمت میں بڑی جانتاری اور نیک خواہی کے ساتھ لائے، آخری جنگ جو راسوت پر ہوئی اس میں موصل کی فوجوں نے بڑی مروتی اور جانتاری سے کام لیا، ان تمام لڑائیوں میں سلطان کو ہمیشہ مسرور و خراج کی فوجوں سے مدد ملتی رہی اور یہاں ملک شام کی شمالی اور مرکزی ملک شام کی شمالی اور مرکزی فوجوں سے رہی، کرد، ترکمان اور عرب، مصری سب مسلمان اور سلطان کے خادم تھے، اور گلی پر خادموں کی طرح سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے، باوجود اس کے کہ ان کی نسل و قوم جدا تھی، اور باوجود تو قوی جنگوں اور قبائلی غور و اتفاق کے سلطان نے ان کو ایسا شیر و شکر بنا رکھا تھا کہ تمام حکمران واحد نظر آتا تھا، سب ایک ہی لشکر کے رکن رہے، دو ایک مرتبہ اس میں شک نہیں کہ ان کو متفق اور مستعد رکھنے میں مشکلات پیش آئیں، اور بعض نازک مواقع ایسے بھی آئے کہ ان کی طبیعتوں میں فرق پیدا ہوتا معلوم ہوا، باوجود جہاد پر فوج کے ترقی کے یہ تمام مختلف نسل قومیوں ۱۱۹۲ء کے موسم خریف تک سلطان کے حکم کے تابع رہیں، اور جس طرح شہر میں عیسائیوں کی رہائی کی راہ میں کام کرنے کو انہیں طلب کیا تھا، اسی طرح آخر تک راہ خدا میں وہ کام کرتے رہیں، اس مقام زمانہ میں نہ تو سلطان کا کوئی صوبہ اس سے منحرف ہوا اور نہ کسی مانت سردار یا باج گزار ریاست نے اس سے بغاوت کی، گو جو وقتاً ان کی خیر خواہی اور جفاکشی سے رکھی گئی تھیں وہ کافی طور پر ایسی تھیں کہ مضبوطی سے مضبوط اعتقاد اور قیادت کی طاقت کو بھی آزمائش میں لاکر ہر ادیتیں، صرف عراق میں

تورجیا کھنڈی برسی کی مسلسل لڑائیاں ختم ہوئیں جولائی ۱۱۹۲ء میں عیسائیوں نے سلطان کو کی فتح سے قبل دیئے اردن کے مغرب میں مسلمانوں کے پاس ایک پانچ زمین بھی نہ تھی، بجز شہر ۱۱۹۲ء میں جب رملہ پر صلح ہوئی ہے، تو مور سے لے کر یا ناسک ساحل پر پوز زمین کی ایک تپلی سی پٹی کے مارا ملک مسلمانوں کے قبضہ میں تھا، اس صلح پر صلاح الدین کو شرمندہ ہونے کی مطلق ضرورت نہ تھی، صلیبیوں نے جو کچھ فتح کیا تھا اس کا برا حصہ فریبیوں کے پاس ہا لیکن اگر صرف جان مال کا لحاظ کیا جائے تو یہ نتیجہ نہایت حقیر تھا، دینا نے ہتھیار اٹھائے تھے، قیصر زریڈک، شاہان انگلستان و فرانس و حقلیہ، آسٹریا، کایوبولڈ برگنڈی ڈیوک، فلانڈرز کا کاڈٹ منڈ شہر و معرفت سیرن اور تمام عیسائیوں کے نائٹ یروشلم کا بادشاہ اور نلسٹین کے دیگر عیسائی والیوں تک طبقہ دادیہ اور طبقہ ابدیطار کے بڑے بڑے سپہ سالار اس وقت میں مصروف ہوئے کہ بیت المقدس پر اپنا قبضہ اور یروشلم کی یہی سلطنت جو سننے کے قریب ہے ہم سرسبز ہو جائے لیکن انجام کیا ہوا یا اسی دوران میں قریب زریڈک تھا کر گیا، شاہان انگلستان، فرانس اپنے اپنے ملک کو مدعا سے اور ان کے بڑے بڑے شریف اور موزاسیقی ارض ایلیا میں غاک کا پوند ہوئے، لیکن یروشلم اس پر بھی سلطان صلاح الدین کا بار، مستند ساحل ملک کی محقر کا ریاست پر اس کا برائے نام عیسائی بادشاہ حکومت کرتا رہا۔ شہر کی جنگ صلیبی میں تمام عیسائی دنیا کی عجیب طاقت مقابلہ کرنے آئی، مگر صلاح الدین کی قوت کوئی سے سے نہ رکھی، صلاح الدین کی پناہ عیسائیوں کی سخت محنت و جانفشانی اور برسوں کی مہموشی اور خط ناک خدمت کے بعد ٹھک کر چور چور ہوئی تھی، مگر کسی کی زبان پر صرف شکایت نہ تھی، کبھی گلی پر حاضر نہ

سلطان کے ایک عزیز کی سرکشی کی مثال جس کی اصلاح نورالدین نے کر کر دی گئی، ایسی ہے جو کہ امتداد اس امر کو اور قوت کیساتھ ثابت کرتا ہے، جو سلطان اپنے عالم پر رکھتا تھا، جب جنگ پنج سالہ کی یہ آڑ مایشیں اور تکلیفیں ختم ہوئیں تب بھی سلطان کردستان کے پھاڑوں سے بے کرمواتے نوبتک بنات خود را حد مکران رہا، اور ان دنوں سے بھی دور کردستان کا بادشاہ ارمنیہ کا ملین (مکرم وقت) قونستہ کا سلطان اور قسطنطنیہ کا قیصر اس بات کا شوق رکھتا ہے کہ صلاح الدین کو اپنا دوست اور مددگار بنائیں لیکن صلاح الدین ان دونوں اور اتحادوں میں سے کسی کا زربار احسان نہ ہوا، اس کی مدد کو نہ لے مبارکباد دینے البتہ حاضر ہوئے یہ کل کشش صرف صلاح الدین کی تھی، بجز سلطان کے بھائی امان کے جو آخری زمانہ میں ظہور پر سیکے ملتے آیا، لیکن نہیں کہ کوئی شخص کا ایک پر مالار یا شیر کو تباہ کرنے کی نیت نہ کر سکے کہ وہ سلطان کا شیر یا صلاح کار ہو کر اس پر چاری ہو گیا تھا، ایک مجلس حرب البیت کے یہاں تھی، جو معاملات جنگ میں مشورہ دیتی تھی، اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوا تھا کہ سلطان کی صیغہ راستے پر اس کی غلط رائے غالب آگئی، جیسا کہ صورت اور ملک کے سامنے ہوا تھا، لیکن اس مجلس میں بھی اس کے کسی ایک رکن کی طرف اشارہ نہیں کر سکتے کہ اس کی رائے نے سلطان پر کسی دوسرے کی رائے سے زیادہ اثر کیا ہو، بھائی ایوبی نے سلطان رفیق نے ماقت عامل اور پویشیہ نامی، محاط اور وفا شعار مستند وزیر، متعصب و اعظا اور ملا سبھی اس میں متفق انکلام تھے، کہ جہاد کیا جاتا اور سب اس میں شریک بھی ہوئے اور سب نے آنا کی بڑی تندہی اور خیر خواہی سے اپنی اپنی لیاقت اور قوت کے مطابق مدد کی، لیکن ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا، جو اس بات کو بھولا ہو کہ آنا کون ہے؟ اس حضور نیک اور محنت و

۲۵ فروری ۱۹۹۱ء جانفشانی کے نازک وقت میں صرف ایک دل اور ارادہ تھا، جو سبکداری تھا، اور یہ دل اور ارادہ سلطان صلاح الدین کا تھا۔ وفات ۱۱۹۳ء میں سلطان صلاح الدین کی وفات کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:- "مذکورہ شب کو جو سلطان کی علالت کا زمانہ تھا، دن تھا، مرض میں شدت ہو گئی اور وقت گھٹ گئی شیخ ابو جعفر امام الکلاک جو ایک ثابت صلیب اور بزرگ شخص تھے، زحمت دی گئی کہ اگر رات کو نکلے میں رہیں کہ اگر رات کو مدعا سے مفرہ آگئی سب کو بیٹھا آنے والی ہے تو وہ اس وقت سلطان کے پاس ہوں اور ان کو تعین کر سکیں، اور اللہ کا نام میں رات کو سلطان ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سفر کے لئے پابند رکاب ہیں، شیخ ابو جعفر ان کے پاس بیٹھے ہوئے تلاوت و ذکر میں مشغول تھے، تین دن پہلے سے ان پر ایک ذہول اور غفلت طاری تھی کسی کسی وقت ان کو ہوش آتا تھا جب شیخ ابو جعفر تلاوت کرتے آئے ہوا لفظ لا الہ الا اللہ عالم الغیب والشہادۃ پڑھی تو سلطان کو ہوش آگیا، ہونٹوں پر سکراہٹ آئی اور چہرہ کھل گیا، اور کہا صبح ہے، یہ کہہ کر جان جان آفریں کے سپرد کی، یہ چار شہر کا لانا صفر کا، ہر تاریخ اور پھر کادت تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ خلفائے راشدین کی وفات کے بعد سے ایسا سخت دن مسلمانوں کی تاریخ میں نہیں آیا، شہر اور تہم دنیا پر ایک دست کسی برستی تھی، اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ کیا سائنات اور کسی اور کسی میں پیسے جہا سنا تھا کہ لوگ سرسرا پڑ رہے ہیں اور ان کا تہہ بہ تہہ ہانے کا ناکر ہے تو سمجھتا تھا کہ یہ محض ایک مہار اور محنت کی بات ہے، لیکن اس دن معلوم ہوا کہ حقیقت ہے (بقیہ : ص ۱۰۰ پر)

عالم اسلام

محرم الاول ۱۴۲۵ھ

عالم عربی انسٹی ٹیوٹ

پہلا سیمینار ۲۰۰۳ء

عالم عربی انسٹی ٹیوٹ میں اسلامی علوم و فنون اور زبان کے ماہرین کے لئے تحقیقی کام بہت آسان ہو گیا ہے، اور کمپیوٹر کے ذریعہ آسانی سے لگا جاسکتا ہے۔ ایک لفظ قرآن مجید میں کتنی بار استعمال ہوا ہے (اس کام کو اسمع المفسر لائف لائپ القرآن الکریم میں ذرا عبد الباقی بہت پیٹ کر چکے ہیں) ایک دوسرے کو یہ عیب دینا ہے مختلف ٹیل و پیزنٹ پر دو گام دیکھے جاسکتے ہیں یا چھوٹے چھوٹے گروں میں مختلف قسم کی عربی موسیقی تقریباً دو سو گھنٹے بنا سکتا ہے۔ انسٹی ٹیوٹ کے اندر دوسری جگہ بغداد سے لے کر دمشق میں طبع شدہ اسلامی اور عربی دنیا کو روشناس کرنے کے لئے تقریباً ۵۰ ہزار تصاویر اور دستاویزی فلمیں موجود ہیں۔

اندیشی مسلمانوں کی کامیابی

۱۰ کروڑ ۹۰ لاکھ آبادی والے ملک اندونیشیا کے ۸۵ فیصد مسلمانوں میں حکومت کے اس اعلان کے بعد مسلمانوں کی ہمدردی گئی ہے کہ بلا شکر کی تھیلیوں میں فروخت کی جانے والی کھانے کی مختلف اشیاء میں خنزیر کی چربی شامل نہیں ہے، گذشتہ سال اکتوبر میں ایک اخبار نے یہ خوشخبری کی تھی کہ مختلف چینیوں، خشک دودھ، شربت، آئس کورم وغیرہ میں خنزیر کی چربی ملائی جاتی ہے، بہت سی مسلم تنظیموں نے اس پر شدید رد عمل کا مظاہرہ کیا، اور ان اشیاء کے بائیکاٹ کی ہم چلانی، جاوا، سوماترا اور کلینٹان میں مسلمانوں نے بڑے بڑے مظاہرے کئے، اور ان اشیاء کو لے جانے والی اور فروخت کرنے والی گاڑیوں پر حملے کر کے ان کو آگ لگا دی، حکومت اندونیشیا، جو خود کو سیکولر کہتی ہے، مسلمانوں کے اس مذہبی جوش و جذبہ کے سامنے سہم گئی اور اس نے فوراً اس بات کی تحقیقات کا حکم دیا کہ کیا مذکورہ بالا اشیاء میں خنزیر کی چربی ملائی جاتی ہے، تحقیقات ملل ہونے کے بعد اندونیشیا میں مسلمانوں کے اعلیٰ ترین مذہبی ادارہ مجلس علماء نے اسلامی علماء اور صحت کی وزارت کے ساتھ مل کر مذکورہ اشیاء خنزیر کی چربی سے پاک ہے۔

مسلمانوں نے اس اعلان کا غیر متوقع کیا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ اشیاء خنزیر سے پاک ہے، اور بقیہ سرمایہ خود پاکستان نے فراہم کیا ہے۔

شاہ فیصل ایوارڈ

اس سال کا شاہ فیصل ایوارڈ اسلامیات میں ڈاکٹر صالح علی العزازی کو عربی ادب میں ڈاکٹر یوسف نلیف مصری اور شام کے شاکر نعم کو شکر طور پر دیا گیا ہے، جہاں خدمات کے لئے یکجہریٹ یونیورسٹی کے ڈاکٹر ادریس جعفری ایوارڈ اور امریکہ کے ڈاکٹر یوحنا نے شکر طور پر ایوارڈ حاصل کیا ہے، فرانس کے میدان میں بھی ایوارڈ شکر طور پر دو ماہرین ڈاکٹر احمد حسن زویل مصری اور جرمنی کے ڈاکٹر تیودور ہنس کو دیا گیا ہے، جب کہ اسلامی خدمات کا ایوارڈ شیخ محمد الغزالی کو دیا گیا ہے۔

بنگلہ دیش میں محصور پاکستانیوں کی واپسی کا جلد امکان

بنگلہ دیش میں محصور دو لاکھ پچاس ہزار پاکستانیوں کی واپسی ۲۵ جون سے ہونے والی تھی، اور پہلا قافلہ ۹۸۵ افراد پر مشتمل تھا، جبکہ دوسرے قافلے کی روانگی ۱۸ فروری تھی، مگر جیسا کہ تجدد سے اندازہ ہوتا ہے، ان کی واپسی پاکستان کی مدد سنجھوں کے لئے نظریہ والی طلبہ کی تنظیم اور سندھ بلوچ ولینڈز نیشنل نے بنگلہ دیش سے اردو بولنے والے مسلمانوں کی واپسی رکوانے کی تحریک سے اس کام میں تعاون آ گیا ہے۔

ان کی واپسی بنگلہ دیشی ایرانیوں کے چارٹ طیاروں کے ذریعہ ہوتی تھی، اور رابطہ عالم اسلامی کے تعاون سے آباد کاری کے لئے، ۵۰ ہزار ہاشمی پارٹنٹ بنائے جاتے ہیں جو مکمل ہونے والے ہیں، نڈ کا ایک حصہ رابطہ عالم اسلامی نے خود اٹھا لیا ہے، جب کہ اس کام میں ۱۰۰ ملین ڈالر کے خرچ آنے کا تخمینہ ہے جس میں اب تک ۲۰ ملین جمع کیا جاسکا ہے اس سے دو ملین ۵ لاکھ رابطہ عالم اسلامی نے دیا ہے، اور بقیہ سرمایہ خود پاکستان نے فراہم کیا ہے۔

گورباچف کی تجاویز سے کم اور بیش کی سب سے زیادہ ہے

روس کے سربراہ سرگورباچف کی سالانہ تجاویز دنیا کے دوسرے اہم وزراء کو

سربراہان مملکت سے بہت کم ہے یہاں مختلف عالمی رہنماؤں کی تجاویز ہوں سے متعلق اعداد و شمار شائع ہوئے ہیں۔ ان کے مطابق سب سے زیادہ سالانہ تجاویز امریکہ کے صدر جارج بش کی ہے۔ تقصیلات یہ ہیں امریکہ کے صدر جارج بش ۱۱۰۰۰۰ سے زیادہ سالانہ بائیکاٹ کے گورنر جنرل سر ڈیوڈ ہارٹ ۸۶۲۵، نیوزی لینڈ کے وزیر اعظم ڈیوڈ لنگ ۵۲۴۳، برطانوی وزیر اعظم مسٹر میجر ۵۱۰۹۸، اٹلی کے وزیر اعظم کریک ڈی ماسا ۴۸۳۳۰، آسٹریلیا کے وزیر اعظم باب ہاک ۴۰۰۰۰، فرانس کے صدر مٹران ۱۹۱۶، سویڈن کے وزیر اعظم کریسن ۳۸۶۰۰، مغربی جرمنی کے چانسلر ہلٹ کوہل ۲۱۳۶۰، روس کے صدر گورباچف ۱۵۶۲۰۔

پاکستان میزائل دور میں داخل میزائل اور راکٹ داغے کا کامیاب تجربہ!

پاکستان آج میزائل دور میں داخل ہو گیا، جبکہ اس نے آج اعلان کیا کہ سطح سے سطح تک مار کرنے والے طویل مسافتی میزائل کی آزمائش اور قاتل راکٹ کا تجربہ کیا رہا، پاکستان نے یہ میزائل مکمل طور پر اندرون مملکت تیار کیا ہے، یہ میزائل پانچ سو کلو گرام وزن کے ساتھ ۳ سو کلومیٹر تک دور کر سکتا ہے۔ اندرون ملک ہتھیاروں کی تیاری میں اس تجربہ کو سنگ میل قرار دیتے ہوئے پاکستانی فوج کے سربراہ جنرل نازک اسلام بیگ نے کہا کہ پاکستان آئندہ دو برس میں ایسے ویسی ساختہ ٹینک بھی تیار کرے گا جو دنیا کے کسی بھی ہتھیاروں کو ناکام بنا دے اور شکر دینے کے قابل ہوگا۔

گذشتہ ماہ پاکستان کی خبر رساں ایجنسی اسے بی بی سی نے کہا تھا کہ پاکستان کا سائنس دان ایک راکٹ کے خلا میں داخلے کے ایک زبردست تجربے کے نتائج کا تجربہ کر رہے ہیں۔ یہ راکٹ پاکستانی خلائی تحقیقاتی کمیشن کے سائنسدانوں نے تیار کیا ہے۔ ایجنسی کے مطابق یہ راکٹ خلا میں ۲ سو کلومیٹر سے زیادہ بلندی پر گیا تھا اور اس راکٹ کا تجربہ جزیرے والی ایک کوچی سے ۴ کلومیٹر دور واقع فلائیٹ ٹیسٹ رینج میں کیا گیا تھا، سائنسدان اس راکٹ کا تجربہ کرنے کے

دودھ کے شہرے روز

دارالعلوم ندوۃ العلماء کا یہ معمول ہے کہ ہر اہتمام سال کے قریب جب سالانہ امتحان کی تیاری کا وقت قریب آجاتا ہے تو طلبہ کی غمزدگی، علمی، ثقافتی، ورزشی اور کھیل کود کی سرگرمیوں کا دلچسپ خوشگوار مقابلہ شروع ہوجاتا ہے، بچوں کے مختلف کھیلوں کے مقابلے دو تین ہفتے تک عصر بدھ ہوتے رہتے، اور خوشگوار ماحول میں ختم ہوتے،

جمادی الثانی کے آخری ایام سے یہ سلسلہ جمعیتہ الاصلاح کے انعامی مقابلوں سے شروع ہوا

جمعیتہ الاصلاح کلاں ۲۶ جنوری ۱۹۸۹ء کے موقع

پر بعد نماز عشاء جمالیہ مال میں مناقشہ اور نظم خوانی کا مقابلہ ہوا مناقشہ کا موضوع "عورت کی سربراہی جائز یا ناجائز" تھا، اس مقابلہ میں محمد شفیق عالم کی ٹیم کو کامیابی حاصل ہوئی، مناقشہ کے بعد نظم خوانی کا مقابلہ شروع ہوا اور ساتھ ہی ساتھ محمد فاروق بھٹکی اور جاوید نعیم نے رنارز مانڈ کے عنوان پر ایک دلچسپ مکالمہ بھی پیش کیا۔ نظم خوانی میں حبیبی طلبہ کی کامیابی حاصل کی۔

اول۔ امان اللہ منٹھری عالیہ رابعہ شریعہ دوم۔ سرور عالم تخصص اول۔ محمد علی جوہر عالیہ اولی۔

نیک فروری ۱۹۸۹ء بروز بدھ بعد نماز عشاء بزم سلیمانی علیا کا مقابلہ ہوا، مقابلے کا موضوع "اسلام کا اقتصادی نظام ایک تقابلی تجزیہ" تجزیہ کیا گیا تھا، جیسے ذوق دشمنوں سے مقابلہ میں حصہ لیا اور پرفورمنس پر مواد مقالے پیش کئے گئے اور حسب ذیل طلبہ انعام کے مستحق قرار پائے۔

اول۔ وحید احمد فضیلت دوم۔ جمشید احمد عالیہ ثالثہ۔ سوم۔ کفیل احمد فضیلت دوم۔ ۱۶ فروری بروز جمعرات بعد نماز عشاء بزم سلیمانی سفل کا مقابلہ ہوا مقابلہ کا

۲۰ جمادی الثانی سے بزم خطابت	بزم سلیمانی کے انعامی مقابلوں کا سلسلہ شروع ہوا یہ سلسلہ چار دن تک جاری رہا۔ نتائج حسب ذیل رہے۔	بزم سلیمانی علیا۔ عنوان "اسلام کی سیاسی نظام۔"	اول۔ تقی احمد عالیہ ثالثہ دوم۔ شہناز الدین عالیہ اولی سوم۔ سلیمان احمد عالیہ ثالثہ چہارم۔ محمد مصطفیٰ عالیہ اولی
۲۱ جمادی الثانی سے بزم خطابت	بزم سلیمانی سفل کا مقابلہ ہوا۔ نتائج حسب ذیل رہے۔	بزم خطابت علیا۔ عنوان "انسانی زندگی پر توحید اثرات"	اول۔ وحید احمد عالیہ اولی دوم۔ تقی احمد عالیہ ثالثہ سوم۔ عمران کوئی عالیہ ثالثہ
۲۲ جمادی الثانی سے بزم خطابت	بزم سلیمانی سفل کا مقابلہ ہوا۔ نتائج حسب ذیل رہے۔	بزم خطابت سفل عنوان "محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق۔"	اول۔ عبدالعقیم ثنائیہ خامس دوم۔ ابوبقار سوم۔ محمد اکبر
۲۳ جمادی الثانی سے بزم خطابت	بزم سلیمانی سفل کا مقابلہ ہوا۔ نتائج حسب ذیل رہے۔	بزم ادب : بزم ادب مہند دارالعلوم کے بچوں کا ایک چھوٹا سا ایجنڈا ہے جہاں پر وہ فقہائے علم ادب کے بستر پر اذیان میدان شہد حسن کی شہسوار اور زبان و قلم کی مشق کرتے ہیں ہر سال ۲۴ جمادی الثانی سے اس بزم کے انعامی مقابلوں کا آغاز ہوا اور چار دن تک کتب خانہ شہلی کے دست ہال میں مقابلوں کا سلسلہ جاری رہا، اور آخر میں بزم جب کو مولانا صاحب اللہ ندوی مدظلہ کی صدر میں تقسیم انعامات کا عملہ منعقد ہوا جب ذیل طلبہ انعام کے مستحق قرار پائے۔	بزم ادب : بزم ادب مہند دارالعلوم کے بچوں کا ایک چھوٹا سا ایجنڈا ہے جہاں پر وہ فقہائے علم ادب کے بستر پر اذیان میدان شہد حسن کی شہسوار اور زبان و قلم کی مشق کرتے ہیں ہر سال ۲۴ جمادی الثانی سے اس بزم کے انعامی مقابلوں کا آغاز ہوا اور چار دن تک کتب خانہ شہلی کے دست ہال میں مقابلوں کا سلسلہ جاری رہا، اور آخر میں بزم جب کو مولانا صاحب اللہ ندوی مدظلہ کی صدر میں تقسیم انعامات کا عملہ منعقد ہوا جب ذیل طلبہ انعام کے مستحق قرار پائے۔
۲۴ جمادی الثانی سے بزم خطابت	بزم سلیمانی سفل کا مقابلہ ہوا۔ نتائج حسب ذیل رہے۔	تجوید علیا اول محمد سعید دوم انیس احمد	اول۔ انیس احمد دوم۔ رضوان اختر
۲۵ جمادی الثانی سے بزم خطابت	بزم سلیمانی سفل کا مقابلہ ہوا۔ نتائج حسب ذیل رہے۔	تجوید سفل اول ضیاء الحق دوم مقبول احمد سوم پرور عالم	تجوید سفل اول مقبول احمد دوم حفیظ الرحمن سوم عطال الرحمن
۲۶ جمادی الثانی سے بزم خطابت	بزم سلیمانی سفل کا مقابلہ ہوا۔ نتائج حسب ذیل رہے۔	تجوید سفل اول مقبول احمد دوم حفیظ الرحمن سوم عطال الرحمن	تجوید سفل اول مقبول احمد دوم حفیظ الرحمن سوم عطال الرحمن

بزم سلیمانی سفل کا مقابلہ ہوا۔ نتائج حسب ذیل رہے۔

شکر و امتنان (ادب)

نصیحت و بیغام

عبدالمنان (حیدرآبادی)

ادب کو کریں گے چند آئینوں کا افسانہ بہت دشوار ہے جتنا سمجھنا اتنا سمجھنا سہل ہے اس پرستار اور مبارک موقع پر سب سے پہلے میں بارگاہ رب العزت میں سر نیاز خم کرنا اور اس کا شکر بخالتا ہوں کہ اسی کے کرم اور توفیق نے ہم کو اس منزل تک پہنچایا۔

آج سے تقریباً ۱۱ سال پہلے ایک کمن اور بے شور طالب علم نے اپنے والدین کی خواہش اور آرزو کے آگے سر جھکا کر ایسے علمی سفر کا آغاز کیا تھا جو خاندان والوں کے لئے بالکل نا ناؤس دوستوں کے لئے تعجب خیز اور جاننے والوں میں کسی کے لئے مضحکہ خیز بھی تھا۔ نادان مفلحوں کی منافقتیں والدین کے حوصلوں میں شوق پر اثر انداز نہ ہو سکیں۔ مدرسہ اشرف المدارس ہر دوئی میں ڈھائی سال میں حفظ مکمل کرنے کے بعد ۱۳۲۲ء میں آج سے دس سال پہلے میرا داخلہ عالمگیری کی مشہور درسگاہ مدرسہ دارالعلوم مدینۃ العلماء کے درجہ ہفتم میں ہوا۔ مدینۃ العلماء میں میری وابستگی کا بہت سبب والد محترم کی مددۃ العلماء سے ان کا سچا شوق تھا۔

مادر علمی کی چہرہ دیواری میں گڈ سے ہوتے ایام جنکا دامن دس سال کے طویل محنت میں پھیلا ہوا ہے، اس کی بکھری ہوئی یادوں کو ضمیر قریح کی چند سطروں میں بیٹھ دینا بہت دشوار ہے۔

ایک ہی لفظ کے بٹانے کی نہیں گنجائش میرے پیغام محبت کا خلاصہ نہ کر سکتا اور وہ بھی ایسے وقت میں جبکہ سینہ میں جذبات کا طوفان اٹھ رہا ہے، قوت گوئی عقل و احساسات کا ساتھ نہیں دے پا رہا ہے، اور دل کی طرف سے فراق کے تصور سے تیز ہو رہی ہیں یہ کام

۱۲

و اب سبھی نے میری تعلیم کو غیر شعوری طور پر ضرور متاثر کیا۔ یہ بھی میری زندگی کی خوشگوار یادیں ہیں، لیکن اگر میں اپنے چھوٹے بھائیوں پر کچھ ہی حق رکھتا ہوں تو اس میدان میں اپنے طریق تجربہ کی بنیاد پر یہ مخلصانہ عرض ہے کہ کھیل کود میں اگر اپنے غیر مطاط رویہ اپنایا، اور حد سے آگے بڑھے تو یہ نہ صرف آپ کی زندگی کا ایک المیہ ہوگا بلکہ کھیلوں کا شوق رکھنے والی ساری برادری بدنام ہوگی اور اساتذہ اور کھسکاڑی سے بدن ہوں گے۔

سامعین! دارالعلوم مدینۃ العلماء یقیناً ایک درسگاہ کی حیثیت سے دنیا بھر میں جانا جاتا ہے جس نے درستی اور نصاب تعلیم کے میدان میں ایک جرات مندانہ اور بے لگام قدم اٹھایا ہے، اور سوچنے کے لئے ڈھنگ اور انداز دیتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ محض ایک درسگاہ نہیں اس کے مختلف شعبے کو دار سازی اور شخصیت کی تعمیر میں اپنی امتیازی شان اور انفرادی مقام رکھتے ہیں۔

طلباء کی شخصیت سازی اور ان کی تحریری و تقریری صلاحیتوں کو بھرانے میں انجمن جمعیتہ اصلاح اور انادیس العربی کا کردار میدان صحافت میں چلنا سکانے کے لئے تعریحات اور الرائد جیسے وسیع مجلات غیر درسی مطالعہ کو وسیع کرنے کے لئے پر شکوہ لائبریری جسمانی ریاضت کا طالب ہے، لیکن اس کو اپنے آپ پر حسی نہیں ہوتی، بلکہ وہ نازاں ہے، اپنے مدرسہ اور اساتذہ پر جس کے بدن کا ایک ایک روباں، اور جس کی زندگی کا ہر سانس ان کی رہنمائی ہے۔

سامعین! جب میرا داخلہ ہوا تو کچھ کو سلیمانہ میں جگہ دی گئی تھی، لیکن میں وہاں ایک دن بھی نہیں رہ سکا، اور خصوصی سفارش سے شریفی منتقل ہو گیا، اور کمرہ نمبر ۶ کے ایک ہی کمن پر لگا ہوا۔ آٹھ سال تک میری چار پائی پڑھی رہی اور حالت کے بعد اہل منتقل ہو گیا۔ اس وقت سالہ مدت میں میری تعلیم کا جو معیار رہا ہے۔ یقیناً تیس سو کو اور بہتر بنا سکتا تھا۔ ابتدائی درجات میں تو ہمیشہ درجہ اول سے کامیاب ہوتا رہا۔ لیکن اپنے درجات میں آنے کے بعد اکثر درجہ دوم سے لیکن کبھی تیسری یا چوتھی ہونے کی نوبت نہیں آئی، مگر ساتھ ہی یہ بھی اعتراف ہے، کہ کھیل کود کے شوق اور کھیل سے گہری

۲۵ فروری ۱۹۸۹ء

نزدیک اس کا سب سے آسان طریقہ حضرت مولانا مظلوم السالی کے فکر و نظر کا پورا مطالعہ اور حضرت مولانا مظلوم کی مجالس میں حاضر رہنے کا موقع مل نہیں ہو سکتا۔

سامعین! اگر شکوہ شکایت محبت کے بڑھانے کا بہانہ ہی ہے تو یہ کیسے سیر کوئی طرح نہیں کہ ہمارا قافلہ طویل مسافت طے کر کے منزل مقصود کو پہنچے ہی والا تھا ہم نے بڑی امیدوں اور آرزوؤں کے ساتھ اپنے آخری تعلیمی سال کا آغاز کیا تھا، بخاری شریف کے بے نظیر مدرس اور جوتہ اللہ کی نکتہ سنجوں میں گم تھے کہ چانگ پے در پے دو جھٹکے گئے۔

خبر کیا تھی بہار کھانے کے آستانہ پر نئی بجلی گرائے گی یا ہم پرستم ہو گئے۔ پہلے استاد محترم مولانا ابوالوفاء صاحب نے داغ مفارقت دیا۔ اور ابھی اس سے سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ شیخ الحدیث مولانا ضیاء الرحمن صاحب بھی چھوڑ پھلے۔ یقیناً یہ دونوں حادثات مدرسہ کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہیں، لیکن اس ناگہانی مصیبت کا پہلا بدنت فیصلت دوم کا درجہ بنا۔ ان دونوں تڑاؤں کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد ہماری کشتی چھوٹے کھاتی رہے، دارالحدیث جیسے ویران ہو گیا، اور ہم ٹوٹے پھوٹے بیل کی طرح حسرت سے دونوں کناروں کو دیکھتے رہے، اور مدرسہ ان کا متبادل فراہم کرنے میں ناکام رہا۔

نتیجتاً بخاری شریف جو طلباء کے تیناٹ کا آسمان اور علم حدیث کی آخری منزل ہوتی ہے ناکمل رہ گئی۔ افسوس نہ ہوتا اگر سو دو سو صفحات نبع جاتے، شاید ہم شکایت نہ کرتے، اگر آدھی جگہ ہو جاتی، لیکن دکھ اس بات کا ہے کہ ہمارے رفتار کی اکثریت حدیث میں اختصاص کر رہے ہیں، اور ہماری نظر دیکھنا ہی نہیں گوارا کرتے، یا ہمیں کئی حالات میں فطری طور پر ایک طالب علم کے ذہن میں یہ سوالات اٹھتے ہیں ہم نے تو یہی کہوں گا کہ آج ہندوستان بھر میں دانشوروں کی ایک بڑی تعداد ایسا آئینہ کے میدان میں آپ کی قیادت کا انتظار کر رہی ہے، ایسا نہ ہو کہ آپ کا طرز تفائل دیکھ کر وہ آپ کو نظر انداز کر دیں اسلئے اپنی تعلیمی زندگی سے ہی اس کے مقاصد اور اہمیت کو سمجھ لیجئے۔ اور پھر

تعمیر حیات

بخاری شریف کے بقیہ حصہ کو مہذبہ العالی کے نصاب میں داخل کر دیا جائے، اور اس بہانہ ہماری اکثریت کو اور ایک سال تک مدرسہ سے منسک رہنے کا موقع فراہم ہو جائے۔ ان سوالات کے جوابات اگر ہم طالب علمانہ ذہن سے ڈھونڈ سکیں تو یقیناً ٹھوکر کھائیں گے، اسلئے اس کو ہم اپنے تعلقین کی عدالت میں ہمدردانہ غور کے لئے پیش کرتے ہیں۔ عزیز ساتھیو!

ہم اپنے بزرگوں سے قطعاً بدگمان نہیں ہیں اس کا قطعاً خیال نہیں دوں دوں میں ہے جو خلا پیدا ہوا ہے، ہمارے ذمہ داروں نے اسے پر کرنے کی کوشش نہ کی ہوگی لیکن وہ کیا کریں کہ یہ نہیں گوانا یہ بازار میں نہیں ملتی کہ خرید کر لائیں تو ظور الرجال کی یہ صورت حال ہم کو تیز کرتی ہے کہ ہم اپنی صلاحیتوں کو بڑھائیں اور خلا کو پر کریں۔ آج کا طالب علم ہی کا محدث مفسر، مؤرخ اور ادیب ہوگا،

سامعین! آج ہم مدرسہ دارالعلوم کے لئے تیار کئے جا رہے ہیں، ہمنوم دل اس کے لئے تیار نہیں لیکن اس کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہیں یہاں تو بیوں کھلے ہی اسلئے ہیں کہ جیسے بد ہوں، اور دنیا بھر میں ہیکس۔

چنانچہ ان کو گلستاں کے گنجائشوں نے آہ آہ کر کے پھولوں کا شگفتہ ہونا مدرسہ نے دس سال تک اپنی آغوش میں میری پرورش کی ہے، علم دین کے ٹوک پلک سناؤں میں، جیسے کاسلیقہ سکھایا ہے۔

میدان گل میں قدم رکھنے کی جرأت اور بے باکی ہے، یہ ایم انسانیت کے خطوط پر کام کرنے کا وسیع تخیل دیا ہے اور اس دن کے لئے تیار کیا ہے ہم اسلام کے اولوالعزم سپاہی، مدرسہ دارالعلوم کے اندر اس کے امین اور ترجمان اور بائیان مددۃ العلماء کے خوابوں کی تعبیر بن کر نکلے ہیں۔ مدرسہ دارالعلوم سے ہماری بولانی، ہماری تجویزی نہیں، کامیابی ہے مدرسہ دارالعلوم سے ہمارا رشتہ وہی ہے جو کسی بچوں کا اپنی خوشبو سے یا سورج کا اپنی کرن سے ہوتا ہے۔

اپنے جذبات کو الفاظ کا قالب دینے کی کوشش اور آئینہ دارانہ اپنے با احساسات مدرسہ کی خدمت میں ان فرزندوں کی طرف سے نذرانہ عقیدت

۱۵

اور معصوم خزان ہے جس میں جن کے ذرہ ذرہ سے محبت ہے جس کے کائنات میں ان کے لئے پھول ہیں اور جس کی مٹی کو وہ بطور سرسراہٹ سمجھتے ہیں۔

اور مخلص میزبانوں کی طرف سے آراستہ ہونے والی آج کی یہ مجلس ان کے برادر نوازی و محبت کا آخری مظاہرہ ہے جس کے لئے ہم ان کے مشکور ہیں، اس کے بعد شاید ہمارے راستے ہمیشہ کے لئے الگ ہو جائیں لیکن ہماری منزل ایک ہی ہوگی۔

اب تو جانتے ہیں میکس سے میرے پھر ملیں گے اگر خدا لایا۔

الوداع، الوداع، مدرسہ علمی الوداع۔

بغیہ صلا سے آگے (اصلاح الدین الی)

خود ان میں اور بہت سے لوگ ایسے تھے کہ اگر ان کے امکان میں ہوتا تو وہ سلطان پراپی جان قربان کر سکتے اور اس کی طرف سے نذرانہ ہوجاتے تو وہ اس کے لئے تیار تھے۔

قاضی ابنی شہادت کھتے ہیں کہ سلطان نے اپنے ترکہ میں صرف ایک دینار اور ۴۰۰ درہم چھوڑے تھے کوئی ملک، مکان، جائیداد، اش، گاؤں، زراعت نہیں چھوڑی، ان کی تہیز و تدفین میں ایک پیر بھی ان کی میراث سے صرف نہیں ہوا، سارا سامان قرض سے کیا گیا، یہاں تک کہ تھکے گھاس کے پوسے بھی قرض سے آئے کفن کا انتظام ان کے وزیر و کاتب قاضی فاضل نے کسی جائز و طلال ذریعہ سے کیا۔

بغیہ: مولانا ابوالعرمان خاں ندوی

دماغ کے انسان کا پانا بڑا مشکل ہے۔ میری خوش قسمتی ہے کہ ایسی شخصیت سے نیاز حاصل رہا۔ اور میری بد قسمتی ہے کہ وہ بہت کچھ جو ان سے لیکھ سکتا تھا، نہیں لیکھ سکا۔ اب وہ لیکھنے، سکھانے برستے اور بتانے سے دور بہت دور

مولانا نے مردم خیز خطہ جون پور میں ۶۰ سال پہلے مولانا دین محمد کے گھر آنکھیں کھولی تھیں، ۱۰۰۰۰۰۰ کی شب کو تین بے کھٹو میڈیکل کالج اسپتال میں آخری سانس لی اور اب نندہ کا سپوت، مگر وہ کاسلیقہ، ایک جاندہ شخصیت اور درستان ملک جون پور میں موجود ہے۔

اللہم برد مصعبہ وادخلہ فی جنت جنتنا

سوال و جواب

محمد طارق صدیقی

سوال سورج طلوع ہونے کے بعد جو مکروہ وقت ہوتا ہے اس وقت نوزائیدہ بچہ کے کان میں پیدائش کی آذان دی جا سکتی ہے یا نہیں؟

جواب مذکورہ وقت میں بچے کے کان میں آذان دینے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

سوال توبہ سے بھی نہ معاف ہونے والے گناہ کون سے ہیں؟

جواب توبہ کے جب تمام شرائط پائے جائیں تو کوئی ایسا گناہ نہیں ہے جو معاف نہ ہو سکے، توبہ کے شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔

- ۱- سنت ندامت
- ۲- آئندہ نہ کرنے کا پورا عزم
- ۳- حتی الامکان تلافی یافتہ۔

سوال کیا زکوٰۃ کی قسم فریبوں کو بطور قرض دے سکتے ہیں؟

جواب نہیں زکوٰۃ کی قسم فریب کے بطور قرض نہیں دے سکتے ہیں۔

سوال اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو دو سلاقیں دیں تو کیا اب وہ حجت کر سکتا ہے؟

جواب اگر دو سلاقیں دی ہیں تو عدت میں حجت کر سکتا ہے، نکاح جدید کی ضرورت نہیں ہے، لیکن حجت کے بعد جب کبھی ایک سلاق دیدیگا تو اوگی دونوں سلاق سمیت حجت عطا میں واجب ہو جائیں گی۔

سوال ایک شخص نے بیانی پر بیکرا دی تو کیا اس کی نصف قیمت ادا کر کے قربانی کر سکتا ہے؟

جواب جائز بیانی پر دینا جائز نہیں ہے، بہر کیف اگر کسی نے یہ معاملہ کر لیا تھا تو اب اصل مالک اس کی قربانی کر سکتا ہے، اصل مالک نصف قیمت ادا کرنے کے بجائے بیانی پر لینے والے کو چرائی کی اجرت لے۔

سوال حالت حمل میں سلاق مستحب ہے یا نہیں؟

جواب حاملہ کو طلاق دی جلتے تو واقع ہو جاتی ہے، من مانع صلا نہیں۔

سوال گور جب مل کر رکھ بن جائے تو وہ پاک ہے یا نہیں؟

جواب سورج طلوع ہونے کے بعد جو مکروہ وقت ہوتا ہے اس وقت نوزائیدہ بچہ کے کان میں پیدائش کی آذان دی جا سکتی ہے یا نہیں؟

جواب مذکورہ وقت میں بچے کے کان میں آذان دینے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

سوال توبہ سے بھی نہ معاف ہونے والے گناہ کون سے ہیں؟

جواب توبہ کے جب تمام شرائط پائے جائیں تو کوئی ایسا گناہ نہیں ہے جو معاف نہ ہو سکے، توبہ کے شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔

- ۱- سنت ندامت
- ۲- آئندہ نہ کرنے کا پورا عزم
- ۳- حتی الامکان تلافی یافتہ۔

سوال کیا زکوٰۃ کی قسم فریبوں کو بطور قرض دے سکتے ہیں؟

جواب نہیں زکوٰۃ کی قسم فریب کے بطور قرض نہیں دے سکتے ہیں۔

سوال اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو دو سلاقیں دیں تو کیا اب وہ حجت کر سکتا ہے؟

جواب اگر دو سلاقیں دی ہیں تو عدت میں حجت کر سکتا ہے، نکاح جدید کی ضرورت نہیں ہے، لیکن حجت کے بعد جب کبھی ایک سلاق دیدیگا تو اوگی دونوں سلاق سمیت حجت عطا میں واجب ہو جائیں گی۔

سوال ایک شخص نے بیانی پر بیکرا دی تو کیا اس کی نصف قیمت ادا کر کے قربانی کر سکتا ہے؟

جواب جائز بیانی پر دینا جائز نہیں ہے، بہر کیف اگر کسی نے یہ معاملہ کر لیا تھا تو اب اصل مالک اس کی قربانی کر سکتا ہے، اصل مالک نصف قیمت ادا کرنے کے بجائے بیانی پر لینے والے کو چرائی کی اجرت لے۔

سوال حالت حمل میں سلاق مستحب ہے یا نہیں؟

جواب حاملہ کو طلاق دی جلتے تو واقع ہو جاتی ہے، من مانع صلا نہیں۔

سوال گور جب مل کر رکھ بن جائے تو وہ پاک ہے یا نہیں؟

جواب سورج طلوع ہونے کے بعد جو مکروہ وقت ہوتا ہے اس وقت نوزائیدہ بچہ کے کان میں پیدائش کی آذان دی جا سکتی ہے یا نہیں؟

جواب مذکورہ وقت میں بچے کے کان میں آذان دینے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

سوال توبہ سے بھی نہ معاف ہونے والے گناہ کون سے ہیں؟

جواب توبہ کے جب تمام شرائط پائے جائیں تو کوئی ایسا گناہ نہیں ہے جو معاف نہ ہو سکے، توبہ کے شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔

- ۱- سنت ندامت
- ۲- آئندہ نہ کرنے کا پورا عزم
- ۳- حتی الامکان تلافی یافتہ۔

سوال کیا زکوٰۃ کی قسم فریبوں کو بطور قرض دے سکتے ہیں؟

جواب نہیں زکوٰۃ کی قسم فریب کے بطور قرض نہیں دے سکتے ہیں۔

سوال اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو دو سلاقیں دیں تو کیا اب وہ حجت کر سکتا ہے؟

جواب اگر دو سلاقیں دی ہیں تو عدت میں حجت کر سکتا ہے، نکاح جدید کی ضرورت نہیں ہے، لیکن حجت کے بعد جب کبھی ایک سلاق دیدیگا تو اوگی دونوں سلاق سمیت حجت عطا میں واجب ہو جائیں گی۔

سوال ایک شخص نے بیانی پر بیکرا دی تو کیا اس کی نصف قیمت ادا کر کے قربانی کر سکتا ہے؟

جواب جائز بیانی پر دینا جائز نہیں ہے، بہر کیف اگر کسی نے یہ معاملہ کر لیا تھا تو اب اصل مالک اس کی قربانی کر سکتا ہے، اصل مالک نصف قیمت ادا کرنے کے بجائے بیانی پر لینے والے کو چرائی کی اجرت لے۔

سوال حالت حمل میں سلاق مستحب ہے یا نہیں؟

جواب حاملہ کو طلاق دی جلتے تو واقع ہو جاتی ہے، من مانع صلا نہیں۔

سوال گور جب مل کر رکھ بن جائے تو وہ پاک ہے یا نہیں؟

جواب سورج طلوع ہونے کے بعد جو مکروہ وقت ہوتا ہے اس وقت نوزائیدہ بچہ کے کان میں پیدائش کی آذان دی جا سکتی ہے یا نہیں؟